قیام امام حسین علیہ السلام کے تربیتی پیغامات

محمد لطیف مطہری کچوروی

مقدمہ:

تربیت کا لغوی معنی:

تربیت باب تفعیل کا مصدر ہے۔لغت کی کتابوں میں لفظ "تربیت" کے لیے تین اصل اور ریشہ ذکر ہوئے ہیں۔

الف: ربا، یربو زیادہ اور نشو و نما پانے کے معنی میں ہے۔

ب: ربی، یربی پروان چڑھنا اور برتری کے معنی میں ہے۔

ج: رب، یرب اصلاح کرنے اور سرپرستی کرنے کے معنی میں ہے۔[1] صاحب مفردات کا کہنا ہے کہ "رب" مصدری معنیٰ کے لحاظ سے کسی چیز کو حد کمال تک پہچانے، پرورش اور پروان چڑھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔[2]

صاحب التحقیق کا کہنا ہے اس کا اصل معنیٰ کسی چیز کو کمال کی طرف لے جانے، نقائص کو تخلیہ اور تحلیہ کے ذریعے رفع کرنے کے معنیٰ میں ہے۔[3] بنابراین اگر اس کا ریشہ (اصل) "ربو" سے ہو تو اضافہ کرنا، رشد، نمو اور موجبات رشد کو فراہم کرنے کے معنیٰ میں ہے لیکن اگر "ربب" سے ہو تو نظارت، سرپرستی و رہبری اور کسی چیز کو کمال تک پہنچانے کے لئے پرورش کے معنیٰ میں ہے۔

تربیت کا اصطلاحی معنی:

اسلامی علوم اور دینی کتابوں میں تربیت کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں:

۱۔ قصد اور ارادہ کے ساتھ کسی دوسرے افراد کی رشد کے بارے میں ہدایت کرنے کو تربیت کہا جاتا ہے۔[4]

۲۔ تعلیم و تربیت سے مراد وہ فعالیت اور کوشش ہے کہ جس میں بعض افراد دوسرے افراد کی راہنمائی اور مدد کرتے ہیں تاکہ وہ بھی مختلف ابعاد میں پیشرفت کرسکے۔[5]

۳۔ تربیت، سعادت مطلوب تک پہنچنے کے لئے انسان کی اندرونی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کا نام ہے تاکہ دوسرے لوگ اپنی استعداد کو ظاہر کرے اور راہ سعادت کا انتخاب کرے۔[6]

۴۔ ہر انسان کی اندرونی استعداد کو بروئے کار لانے کے لئے زمینہ فراہم کرنا اور اس کے بالقوہ استعداد کو بالفعل میں تبدیل کرنے کے لئے مقدمہ اور زمینہ فراہم کرنے کا نام تربیت ہے۔

۴۔ شہید مطہری لکھتے ہیں: تربیت انسان کی حقیقی صلاحیتوں کو نکھارنے کا نام ہے۔ایسی صلاحیتیں جو بالقوہ جانداروں (انسان، حیوان، پودوں) میں موجود ہوں انہیں بالفعل پروان چڑھانے کو تربیت کہتے ہیں۔اس بناء پر تربیت صرف جانداروں سے مختص ہے۔[7]

۵۔تربیت سے مراد مربی کا متربی کے مختلف ابعاد میں سے کسی ایک بعد { جیسے جسم، روح، ذہن، اخلاق، عواطف یا رفتار وغیرہ } میں موجود بالقوۃ صلاحیتوں کو تدریجی طور بروئے کار لانے یا متربی میں موجود غلط صفات اور رفتار کی اصلاح کرنے کا نام ہے تاکہ وہ کمالات انسانی تک پہنچ سکے۔[۸]

امام حسین علیہ السلام کی تربیت رسول خداؐ جیسے ہستیوں کے دامن میں ہوئی ہے۔ان ہستیوں نے رہتی دنیاتک کے لئے تربیت کے سنہری اصول بتا دئے ہیں۔اگر انسان ان اصولوں پر عمل کرے تو کامیاب و کامران ہو سکتا ہے۔[۷] کربلا کا زندہ و جاوید واقعہ اپنے اندر احاطہ کئے ہوئے تربیتی پیغامات کو ہر سال لوگوں تک پہنچاتا ہے تاکہ بنی نوع انسان ان انمول پیغامات پر عمل کریں اور اپنے لئے سعادت اور خوش بختی کی راہ اختیار کریں۔قیام امام حسین علیہ السلام کے بھی بہت سی جہات ہیں جو قابل بررسی ہیں جیسے عرفانی، سیاسی، اجتماعی، تاریخی وغیرہ۔اس تحریر میں ہم قیام امام حسین علیہ السلام کے تربیتی پیغامات کو بطور مختصر بیان کرنے کی کوشش کرینگے۔

قیام امام حسین علیہ السلام کے تربیتی پیغامات

ا۔خدا پر ایمان

امام حسین علیہ السلام توحید اور ایمان کی تعلیم دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔کیونکہ توحید کے اندر دوسرے تمام اوصاف خداوندی پوشیدہ ہیں۔امامؑ مکہ میں یہ دعا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ :اے میرے خدا! میں غنا کی حالت میں تیری طرف محتاج ہوں پس کس طرح حالت فقر میں تیری طرف محتاج نہ ہوں۔دانائی کی حالت میں نادان ہوں پس کس طرح نادانی کی حالت میں نادان نہ رہوں۔[۹]امام حسین علیہ السلام حر کے لشکر سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ: میری تکیہ گاہ خدا ہے اور مجھے تم سے بے نیاز کرتا ہے۔[۱۰]صبح عاشور لشکر ابن سعد شور و غل اور طبل بجاتے ہوئے خیمہ کی طرف آئے تو آپ نے فرمایا: خدایا! ہر گرفتاری اور مشکل میں تو میری پناہ گاہ اور امید ہے اور ہر حادثہ میں جو مجھے پیش آتا ہے تو میرا مددگار ہے۔[۱۱]جب زخمی ہو کر کربلا کی زمین پر تشریف لائے تو فرمایا:الھی رضا بقضائک و تسلیما لامرک و لا معبود سواک یا غیاث المستغیثین۔

۲: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان

امام حسین علیہ السلام مدینہ سے نکلتے وقت ابن عباس سے پوچھتے ہیں: ان لوگوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو فرزند رسول کو اپنا گھر بار اور وطن چھوڑنے پر مجبور کر رہے ہیں حالانکہ رسول خدا (ص) کے اس فرزند نے نہ کسی کو خدا کا شریک ٹھہرایا ہے، نہ خدا کے علاوہ کسی اور کو اپنا سرپرست بنایا ہے اور نہ رسول (ص) کے آئین سے ہٹ کر کوئی فعل انجام دیا ہے۔ ابن عباس جواب میں عرض کرتے ہیں: میں ان لوگوں کے بارے میں اس قرآنی آیت کے سوا کچھ نہیں کہوں گا کہ (یہ لوگ خدا اور اس کے رسول (ص) کی نسبت کافر ہو گئے ہیں)۔اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: خدایا! تو گواہ رہنا، ابن عباس نے صراحتاً ان لوگوں کے کافر ہونے کی گواہی دی ہے۔[۱۲]

امامؑ نے میدان کربلا میں لشکر ابن سعد سے مخاطب ہو کر فرمایا: {انشدکم اللہ ھل تعرفونی ،قالوااللھم نعم انت

ابن رسول الله و سبطه قال انشدکم الله هل تعلمون ان جدّی رسول الله قالوا اللهم نعم }میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم مجھے پہچانتے ہو۔ کہا کہ ہاں آپ رسول اللہ (ص) کے فرزند اور ان کے نواسے ہیں۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میرا نانا رسول خدا (ص] ہے۔[13] حضرت زینبؑ نے دربار ابن زیاد میں فخر سے یہ جملہ ادا کیا: {الحمد الله الذی اکرمنا بنبیه محمد} تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہمیں اپنے نبی محمد (ص) کے ذریعے کرامت بخشی۔[14]

۳۔ توکل بر خدا

امام حسین علیہ السلام کے کلمات اور افعال و کردار سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آپ خدا پر توکل کرتے تھے۔ امامؑ مکہ سے نکلتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: {فمن کان باذلا فینا مهجته موطنا علی لقاء الله نفسه فلیرحل معنا فانی راحل مصبحا ان شاء الله } جو بھی اپنے خون کو ہماری راہ میں بہانا چاہتا ہے اور خدا سے ملاقات کا مشتاق ہے وہ میرے ساتھ چلے۔ میں کل صبح سفر پر نکل رہا ہوں۔ [15] آپؑ نے صرف اپنے اصحاب اور ساتھیوں پر بھروسہ نہیں کیا اسی لئے آپ نے فرمایا کہ: {فمن احبّ منکم الانصراف فلینصرف } جو واپس جانا چاہتا ہے وہ واپس چلا جائے[16]۔ شب عاشور چراغ بجھا کر فرمایا کہ ''جو جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے۔ مدینہ سے نکلتے ہوئے اپنے بھائی محمد حنفیہّ سے فرمایا: {ما توفیقی الا بالله علیه توکلت والیه انیب } میری توفیق خدا سے ہے اور میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور وہی میری پناہ گاہ ہے۔[17] وہ تمام خطبات جو روز عاشور آپ نے دیے ان میں یہ جملہ نمایاں طور پر نظر آتا ہے کہ: {انی توکلت علی اللہ ربی وربکم } میں خدا پر توکل کرتا ہوں جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔

۴۔ صبر و تحمل

امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب صبر اور تحمل میں نمونہ تھے۔ امام ہمیشہ اپنے اصحاب اور اقرباء کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ''صبر اور مقاومت سے کام لو اے بزرگ زادگان کیونکہ موت تمہیں غم اور سختی سے عبور کراتی ہے اور وسیع بہشت اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں تک پہنچاتی ہے۔[18] کربلا کے میدان میں ہمیں ایک اور شخصیت نظر آتی ہے جس نے صبر کا ایسا مظاہرہ کیا کہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی اسی وجہ سے ان کا نام ام المصائب پڑ گیا۔ حضرت زینب وہ شخصیت ہے جس نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بھائی اور بیٹوں کو شہید ہوتے ہوئے دیکھا تو اس وقت فرمایا: {اللهم تقبل منا هذا القربان القلیل } اے خدا ہماری یہ قلیل قربانی اپنی باگاہ میں قبول کر لے۔ امام حسین علیہ السلامؑ شب عاشور اپنے اہل حرم کو جمع کر کے فرماتے ہیں: یہ قوم میرے قتل کے بغیر راضی نہیں ہو گی۔ لیکن میں آپ لوگوں کو تقوی الٰہی اور بلا پر صبر اور مصیبت میں تحمل کی وصیت کرتا ہوں۔[19]

۵۔اخلاص

امام حسین علیہ السلام کے قیام کا کوئی ذاتی مقصد نہیں تھا بلکہ خدا کی رضا کی خاطر لوگوں کو گمراہی سے بچانا تھا۔جو لوگ طالب مال و دنیا تھے انہوں نے امامؑ کا ساتھ نہیں دیا اور کئی لوگ آپ کو چھوڑ کر چلے بھی گئے۔امامؑ کے ساتھ فقط وہی لوگ تھے جو مخلص تھے اور مال و متاع کی غرض نہیں رکھتے تھے۔امام حسین علیہ السلام نے خروج نہ حکومت کے لئے کیا تھا نہ جاہ طلبی و مال کے لئے۔بلکہ امامؑ خالصتاً للہ مدینہ سے اپنے گھر بار کو چھوڑ کر نکلے تھے۔امامؑ نے مدینہ سے نکلتے وقت فرمایا کہ {انی لم اخرج اشراً ولا بطراً ولا مفسداً ولا ظالماً بل خرجت لطلب الاصلاح فی امۃ جدی رسول اللہ ارید ان امر بالمعروف وانھی عن المنکر واسیر بسیرۃ جدی وابی} میں اس وجہ سے قیام نہیں کر رہا ہوں تاکہ فساد پھیلاؤں اور ظلم کروں بلکہ میں اس وجہ سے قیام کر رہا ہوں تاکہ اپنے نانا کی امت کی اصلاح کروں۔اور میرا ارادہ یہ ہے کہ امر بالمعروف کروں اور نہی عن المنکر کروں اور اپنے نانا اور بابا کی سیرت پر چلوں۔[20] امامؑ کے اصحاب میں سے حضرت عابس نے رجز پڑھتے ہوئے فرمایا کہ: میں اپنی تلوار سے تمہارے ساتھ جنگ اور جہاد کروں گا یہاں تک کہ خدا کی بارگاہ میں چلا جاؤں اور اس کے بدلے میں خدا سے جزا کے علاوہ کچھ نہیں چاہتا۔[21]

۶۔وفاداری

قیام امام حسین علیہ السلام میں ہر طرف وفاداری کے پیکر نظر آتے ہیں۔اسی وفاداری کو دیکھ کر اباعبداللہؑ ارشاد فرماتے ہیں: {فانی لا اعلم اصحاباً اوفی ولا خیراً من اصحابی} میں نے اپنے اصحاب سے زیادہ باوفا اور اچھے اصحاب نہیں دیکھے[22] شیخ مفید کتاب ارشاد میں لکھتے ہیں کہ جب شمر ملعون آیا اور کہا کہ: {انتم یا بنی اختی آمنون} اے میری بہن کے فرزندو! تم امان میں ہو تو پیکر وفا حضرت عباس نے جواب میں فرمایا کہ: {لعنک اللہ ولعن امانک اتؤمننا وابن رسول اللہ لا امان لہ} تم اور تمہارے امان نامے پر خدا کی لعنت ہو، کیا تو ہمیں امان دیتا ہے جبکہ رسول خداؐ کے فرزند کیلئے امان نہیں ہے۔[23] کتاب ''اعیان الشیعہ'' میں حضرت عباسؑ کا جواب اس طرح سے موجود ہے''تبت یداک ولعن ما جئتنا بہ من امانک یا عدواللہ اتأمرنا ان نترک اخانا وسیدنا الحسین بن فاطمہ وندخل فی طاعۃ اللعناء ۔اے دشمن خدا وای ہو تجھ پر، لعنت ہو تمہارے امان پر۔کیا تم یہ کہتے ہو کہ ہم اپنے بھائی وآقا حسینؑ ابن فاطمہؑ کو چھوڑ دیں اور لعینوں کی اطاعت کریں۔[24]

عمرو بن قرظہ روز عاشور دشمنوں کے تیروں کے سامنے امامؑ کے لئے سپر بنتے ہیں تاکہ امامؑ پر کوئی آنچ نہ آنے پائے اس قدر زخمی ہو گئے کہ زخموں کی تاب نہ لا کر گر پڑے اور حضرت سے پوچھنے لگے: اے فرزند رسول! کیا میں نے وفا کی ہے۔ حضرت نے جواب دیا: ہاں! تم مجھ سے پہلے بہشت جا رہے ہو، رسول خداؐ کو میرا سلام کہنا۔[25] حضرت مسلم ابن عوسجہ فرماتے ہیں کہ: {واللہ لو علمت انی اقتل ثم احیا ثم احرق ثم احیا ثم اذری یفعل بی ذالک سبعین

مرة ما فارقتک } خدا کی قسم ! اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ مجھے قتل کیا جائے گا پھر زندہ کیا جائے گا اور جلا کر راکھ کیا جائے پھر اسے ہوا میں اڑایا جائے گا، اسی طرح ستر بار یہ عمل دہرایا جائے تب بھی میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔[۲۶]

۷۔ شوق شہادت

امامؑ اور اصحاب امامؑ شہادت طلبی کے مظہر اور نمونہ تھے خصوصاً امام حسین علیہ السلام اس میدان میں سب سے آگے نظر آتے ہیں۔ امامؑ جب مدینہ سے روانہ ہو رہے تھے تو آپؑ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: {فمن کان باذلاً فینا مھجتہ موطناً علی لقاء اللہ نفسہ فلیرحل معنا } جو بھی شہادت کا طالب ہے اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا چاہتا ہے وہ میرے ساتھ چلے[۲۷]۔ راہ حق میں موت کو امامؑ زینت قرار دیتے ہیں { خطّ الموت علی ولد آدم مخطّ القلادۃ علی جید الفتاۃ } موت ، بنی آدم کے لئے اس گردن بند کی طرح ہے جو جوان لڑکیوں کے گلے میں ہوتا ہے۔[۲۸] شب عاشور امامؑ کے اصحاب شوق شہادت میں محو تھے اور شہادت کی تمنا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ : تعریف اور حمد ہے اس خدا کی جس نے ہمیں آپؑ کی مدد کرنے کی سعادت بخشی اور آپ کے ساتھ شہید ہونے کی شرافت عطا کی۔[۲۹]

ایک مقام پر امام حسین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ : {انی لااری الموت الا سعادۃ والحیاۃ مع الظالمین الا برماً } میں موت کو سعادت لیکن ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے کو ننگ و عار سمجھتا ہوں۔[۳۰] قاسم بن الحسن سے جب امامؑ نے پوچھا کہ : {کیف الموت عندک } موت آپ کے نزدیک کیسی ہے تو فرمایا: {یا عماہ احلی من العسل } چچا شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے۔ حضرت قاسم نے موت کو شہد سے تشبیہ دے کر یہ بتادیا کہ جو شہادت کا جذبہ رکھتا ہے اس کے نزدیک موت شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے۔

۸۔ حجاب و عفت

کربلا میں خواتین مخصوصا حضرت زینب، ام کلثوم اور دوسری مخدرات اپنے آپ کو نامحرموں کی نظروں سے بچانے کی کوشش کرتی تھیں۔ حضرت ام کلثوم بازار کوفہ میں لوگوں کو مخاطب کرکے فرماتی ہیں: {یا اھل الکوفۂ اما تستحیون من اللہ ورسولہ ان تنظرون الی حرم النبی } اے اہل کوفہ کیا تمہیں خدا اور اس کے رسولؐ سے شرم نہیں آتی کہ تم حرم نبیؐ کو دیکھ رہے ہو۔[۳۱] حضرت زینبؑ نے پردہ کے بارے میں یزید کو مخاطب کرکے بہت ہی سخت الفاظ میں فرمایا: {یا بن الطلقاء تخدیرک وحرائرک وامائک وسوقک بنات رسول اللہ سبایا ھتکت ستورھن وابدیت وجوھھن تحدو بھن الاعداء من بلد الی بلد ویستشرفھنا ھل المناھل والمعاقل ویتصفع وجوھھن القریب والبعید } اے رسولؐ کے آزاد کردہ کی اولاد ! کیا یہ عدالت ہے کہ تمہاری بیویاں اور کنیزیں پردہ میں ہوں اور رسول خداؐ کی بیٹیاں اسیر کرلی جائیں اور ان کے پردے کو چھین لیا جائے۔ ان کے چہروں کو عیاں کیا جائے اور دشمن انہیں اس طرح ایک شہر سے دوسرے شہر پھرائیں کہ شہر، دیہات اور قلعہ کے لوگ اور بیابانی افراد ان کو

دور ونزدیک سے دیکھیں۔[۳۲] صحابی رسولؐ حضرت سہیل بن سعد نے بازار میں جب حضرت سکینہ سے کہا میں آپ کے نانا کا صحابی ہوں، کیا میں اس حالت میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں۔ حضرت سکینہؑ نے فرمایا کہ اس نیزہ بردار کو آگے بھیج دیں تاکہ لوگ ان سروں کو دیکھنے میں مشغول ہوں اور حرم رسول پر ان کی نگاہ نہ پڑے۔[۳۳]

۹۔ عزت نفس

عزت نفس مومن کی برجستہ صفات میں سے ایک صفت ہے۔ خداوند متعال نے اس صفت کو اپنے لئے اور انبیاء الہی اور مومنین کے لئے قرار دیا ہے۔ خداوند متعال نے فرمایا: {و لله العزۃ و لرسوله و للمومنين ولكن المنافقين لا يعلمون} عزت، خداوند متعال اور انبیاء اور مومنین کے لئے ہے۔[۳۴] سید محسن امین لکھتے ہیں: امام حسین علیہ السلام ظلم و ستم اور ذلت کو قبول نہ کرنے، ظلم و ستم کے مقابلے میں ڈٹ جانے، خدا کی راہ میں جہاد کو آسان سمجھنے اور عزت و آزادگی حاصل کرنے میں ضرب المثل ہیں۔ وہ ہر انسان کا جو روح برتر کا مالک ہو نمونہ عمل ہیں. ہر باضمیر اور عالی ضمیر انسان اس کی اقتداء کرتا ہے اور وہ ہر زمانے میں ان تمام انسانوں کے لئے جو ذلت و پستی کو قبول نہیں کرتے، راہنما و رہبر ہیں۔[۳۵]

اسد حیدر یوں لکھتا ہے: امام حسین علیہ السلام نے عزت دین کی خاطر زندگی کو اہمیت نہیں دی اور اپنی امت کی کرامت کی خاطر دشمنوں سے راسخ عزم کے ساتھ مقابلہ کیا اور تمام خطرات سے روبرو ہو کر اسکے باوجود کہ دشمنوں نے وحشیانہ مظالم ڈھائے جو کہ قابل شمارش نہیں، پھر بھی ان تمام مشکلات کو سہتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی۔[۳۶]

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: (موت فی عز خیر من حیاۃ فی ذل[۳۷] عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے اور جب شہید ہو رہے تھے تو فرمایا: (الموت اولی من رکوب العار و العار اولی من دخول النار) اور ایک جگہ پر فرماتے ہیں (انی لا اری الموت الا سعادۃ ولا الحیاۃ مع الظالمین الا برما) میں موت کو سعادت لیکن ظالموں کے ساتھ زندگی کو ذلت و خواری سمجھتا ہوں۔ عاشورا کے روز قیس ابن اشعث کو فرمایا: (لا والله لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل ولا اقرلکم اقرار العبید[۳۸] خدا کی قسم ذلت کا ہاتھ تمھارے ہاتھوں میں نہیں دوں گا اور غلاموں کی طرح فرار یا اقرار نہیں کرونگا۔ آپ فرماتے ہیں: (الا و ان الدعی بن الدعی قد رکز بین اثنیتین بین السلۃ و الذلۃ و هیهات منا الذلۃ) اس زناکار فرزند زناکار نے مجھے دو چیزوں کے درمیان مخیّر کر دیا ہے ذلت اور شہادت لیکن ذلت ہم سے کوسوں دور ہے۔ مقدس و پاک ماؤں کی گود میں پلنے والے اور پاک و غیرت مند والدین کے فرزندوں کو گوارہ نہیں کہ وہ پست و ذلیل افراد کی اطاعت کریں۔[۳۹] امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی محمد حنیفہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: (یا اخی والله لو لم یکن فی لدنیاء ملجاء و لا ماوی لما بایعت یزید بن معاویه)[۴۰] اے برادر خدا کی قسم اس دنیا میں میرے لئے اگر کوئی ٹھکانہ نہ رہے تب بھی یزید کی بیعت نہیں کرونگا۔

۱۰۔ شجاعت

سید علی جلال مصری لکھتے ہیں: (و مع التفاوت الذی بلغ اقصی ما یتصور بین فئۃ القلیلۃ و جیش انب زیاد فی العدد فقط کان ثباتہ و رباطئہ جائشہ و شجاعتہ تحیر الالباب و لا عھد للبشر بمثلہ کانت دنائۃ اخصامہ لا شبیہ لہ)[۴۱] عاشورا کے دن دو طاقتوں کے درمیان فرق تصور سے بھی بالاتر تھا اس کے باوجود شجاعت، پائیداری اور استقامت میں امام حسین علیہ السلام نے ہر دانشمند و عاقل کو حیران کر دیا چونکہ اس کی مانند کوئی نہیں تھا جس طرح امام حسین علیہ السلام کے دشمن پستی و ذلت میں بے مثال تھے۔

سید محسن امین امام حسین علیہ السلام کی شجاعت کے بارے میں لکھتے ہیں: جب پیادہ افراد نے امام پر حملے کئے تو امام نے اپنی تلوار سے دشمن کی صفیں کاٹ ڈالیں، دشمن، امام سے اس طرح سے بھاگے جس طرح بھیڑیں شیر سے بھاگتی ہیں۔

صاحب کشف الغمہ کمال الدین سے امام علیہ السلام کی شجاعت کے بارے میں نقل کرتے ہیں: (و ھو کا للیث المخضب لا یعمل علی احد ھمالا نفحہ بسیفہ فالھقہ بالحضیض فیکفی فی تحقیق شجاعتہ و شرف نفسہ شاھدا صادقا فلا حاجۃ معہ الی ازدیاد فی الاستشھاد)[۴۲] امام حسین علیہ السلام کی شجاعت سے اصحاب کے چہرے لحظہ بہ لحظہ نورانی تر ہو جاتے تھے اور ایک خاص آرامش اور خاموشی ان پر طاری تھی کہ بعض اصحاب دوسرے اصحاب سے فرماتے تھے(انظروا لا یبالی بالموت فقد قال لھم الحسین صبرا بن الکرام فما الموت الا قنطرۃ تعبر بکم عن الیوس و الضرار الی الضنان الواسعۃ و النعم الدائمۃ)[۴۳] امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے جوان مردو صبر کرو، موت صرف ایک پل کی طرح ہے جو تمھیں سختیوں اور مشکلات سے نجات دے کر بہشت اور ابدی نعمات کی طرف پہنچانے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کرتی۔

امامؑ اور اصحاب امامؑ شجاعت کے میدان میں ہر ایک کے لئے نمونہ ہیں۔ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی شجاعت کے بارے میں حمید بن مسلم نقل کرتے ہیں: (فو اللہ مارایت مکسورا قط قد قتل ولدہ و اھل بیتہ و اصحابہ بہ جائشا ولا امضی جنانا منہ) خدا کی قسم کسی کو بھی امام حسین علیہ السلام کی طرح نہیں دیکھا جو دشمن کی کثرت کی وجہ سے مغلوب ہو چکا ہو اور اسکے فرزندوں اور اصحاب کو قتل کر دیا گیا ہو لیکن پھر بھی قدرت قلبی اور ثابت قدم اور عزم راسخ کا مالک ہو۔[۴۴]

۱۱۔ حق طلبی اور احقاق حق

قیام امام حسین علیہ السلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو دوبارہ زندگی بخشی اور بدعتوں اور تحریفوں سے دین اسلام کو نجات دلائی۔ امام علیہ السلام صرف یزید کی بیعت نہ کرنے کے لئے مدینے سے نہیں نکلے تھے بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی احیاء اور امت کی اصلاح اور امر بالمعروف و نہی عن منکر کی خاطر نکلے، امام خمینی فرماتے ہیں: امویان اصل

اسلام کو ختم کرنا چاہتے تھے تا کہ ایک عربی ریاست قائم کریں۔[۴۵] دوسری جگہ پر فرماتے ہیں: اگر امام حسین علیہ السلام قیام نہ کرتے تو یزید اور پیروان یزید اسلام کو الٹا لوگوں تک پہنچا دیتے۔[۴۶] مدینہ سے روانہ ہوتے وقت آپ نے فرمایا: جو بھی میری پیروی کرے گا اور میری باتوں کو قبول کرے گا تو سعادت پائے گا اور جو میری اطاعت نہ کرے اور میری اطاعت کے دائرے سے باہر چلا جائے تو اس وقت تک صبر کرے گا کہ جب تک نہیں کرتا خداوند متعال میرے اور اس کے درمیان حکم۔[۴۷] امام علیہ السلام نے اپنے خطوط میں فرمایا:(انا ادعوکم الی کتاب الله و سنۂ نبیه فان السنۂ قد امییت و البدعۂ قد احییت)[۴۸] میں تمہیں قرآن وسنت کی طرف دعوت دیتا ہوں چونکہ سنتوں کو ختم کیا گیا ہے اور بدعتوں کو زندہ کیا گیا ہے۔

۱۲۔ فطرتوں کا بیدار کرنا:

بنی امیہ کی مسموم تبلیغات کی وجہ سے مسلمان صحیح اعتقادات سے کوسوں دور ہو چکے تھے، یہاں تک کہ عاطفہ نام کی کوئی شئی باقی نہ رہی۔ اسلامی معاشرے میں اس قسم کی تبدیلی سے معاشرہ ذلت و پستی اور موت کے دھانے پہنچ چکا تھا۔ امام علیہ السلام نے یزیدی فوج میں موجود نام نہاد مسلمانوں کی فطرتوں کو جھگانے اور انکی روح و وجدان میں تحول لانے کی کوشش کی اور ان کے مردہ ضمیروں کو جھنجھوڑ لیا لیکن پھر بھی ان پر کوئی اثر نہیں ہوا چونکہ ان لوگوں کے پیٹ حرام چیزوں سے بھرے ہوئے تھے اور وجدان سرے سے ہی ختم ہو چکا تھا، جیسا کہ آپ نے فرمایا:(ویحکم یا شیعۂ آل ابی سفیان!ان لم یکن لکم دین ،و کنتم لا تخافون المعاد،فکونوا احرارا فی دنیاکم هذه-----)[۴۹] وائے ہو اے ابوسفیان کے پیروکار! اگر تم لوگوں کا کوئی دین نہیں ہے اور قیامت سے خوف محسوس نہیں کرتے تو کم از کم اپنی دنیا میں آزاد زندگی کر لو۔۔۔ دوسری جگہ پر امام[ع] فرماتے ہیں:(الناس عبید الدنیا و الدین لعق علی السنتهم یحوطونه ما درت معایشهم فاذا محصوا بالبلاء قل الدیانون)[۵۰] امام[ع] نے اس زمانے کے دینداروں اور ہر زمانے میں آنے والے افراد سے مخاطب ہو کر فرمایا: لوگ دنیا کے غلام ہیں اور جب سختیاں اور مشکلات آجائیں تو بہت ہی کم دیندار رہ جاتے ہیں۔

۱۳۔ ایثار و فداکاری

ایثار و فداکاری عشق ملکوتی ہے جو رحمت الٰہی سے اخذ ہوتا ہے۔ کربلا میں اصحاب امام حسین علیہ السلام نے ایثار و فداکاری کے ایسے نمونے پیش کئے ہیں جو رہتی دنیا تک کے لئے نمونہ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک شخص شہادت میں پہل کر رہا تھا۔ ہر ایک کی خواہش یہی تھی کہ دوسروں سے پہلے امام حسین علیہ السلام کے قدموں پر جان قربان کر دے، اور جب کوئی موت کے دھانے پہنچ جاتا تو دوسروں کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ثابت قدمی سے رہنے کی وصیت کرتا، اصحاب امام حسین علیہ السلام خداوند متعال کے حضور جانے کے لئے بے تاب تھے۔

۱۴۔ غیرت

امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب غیرت کے پیکر تھے۔ امام نے یہ کبھی گوارا نہیں کیا کہ جیتے جی کوئی اہل حرم کے خیموں

کی طرف جائے یا اہل حرم خیموں سے باہر آئیں۔ حتی اس وقت بھی جب آپؑ زخمی حالت میں تھے اور حضرت زینبؑ آپ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہاں پہنچی تو فرمایا بہن زینب واپس خیمہ میں جاؤ میں آپ ابھی زندہ ہوں۔ حضرت عباس رات کو خیموں کی حفاظت کے لئے خیموں کے گرد چکر لگاتے تھے تا کہ خواتین و بچے بے خوف وہراس سو جائیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام جب گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تھے تو دشمن کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ زندہ ہیں یا نہیں اور کسی میں یہ جرات بھی نہیں تھی کہ آپ کے سامنے جائے۔ شمر ملعون کہنے لگا کہ اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ حسینؑ زندہ ہیں یا نہیں تو خیموں پر حملہ کر دو۔ امام نے جب یہ سنا تو فرمایا ''ویلکم یا شیعۂ آل ابی سفیان ! ان لم یکن لکم دین وکنتم لا تخوفون المعاد فکونوا احراراً فی دنیاکم ھذہ۔ اے پیروان ابوسفیان ! اگر تم میں دین نام کی کوئی چیز نہیں ہے تو کم از کم دنیا میں آزاد رہو۔[51] یعنی کم از کم حیادار بنو، خواتین اور بچوں سے تمہاری کیا دشمنی ہے۔ کوئی پوچھتا ہے: ما تقول یابن فاطمہ ؟ اے فرزند فاطمہؑ کیا کہہ رہے ہو۔ امامؑ نے فرمایا: {انا اقاتلکم وانتم تقاتلونی والنساء لیس علیھن حرج } میں تم سے جنگ کر رہا ہوں اور تم لوگ مجھ سے۔ عورتوں نے کیا بگاڑا ہے۔[52]

۱۵۔ مواسات وایثار

امام حسین علیہ السلام نے فقط دوستوں کے ساتھ نہیں بلکہ دشمن کے ساتھ بھی مواسات اور ایثار کا عملی مظاہرہ کیا۔ حر کا لشکر جب کربلا پہنچا تو پیاس کی شدت سے ان کی حالت بری تھی تو آپ نے فرمایا کہ دشمنوں کو پانی پلایا جائے نہ فقط انسانوں کو بلکہ ان کے جانوروں کو بھی سیراب کیا گیا۔ شب عاشور اصحاب امامؑ آپس میں یہ مشورہ کر رہے ہیں کہ کل ہم پہلے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرینگے اور امامؑ کے عزیزوں پر ہم سے پہلے آنچ آنے نہیں دیں گے جبکہ دوسری طرف خاندان بنی ہاشم کے جوان اکھٹے ہوتے ہیں اور حضرت عباسؑ جوانان بنی ہاشم سے مخاطب ہو کر یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ''اصحاب غیروں میں شمار ہوتے ہیں اور بار سنگین کو خاندان کے افراد کو اٹھانا چاہیے۔ آپ لوگوں کو سب سے پہلے میدان میں جانا چاہیے تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اصحاب کو پہلے میدان کی طرف میدان بھیجا گیا۔[53] حضرت عباسؑ کے اسی کردار کی وجہ سے آپ کو زیارات میں ان الفاظ کے ساتھ یاد کیا گیا ہے کہ {فلنعم الاخ المواسی } کس قدر اچھے مواسات کے حامل بھائی ہیں۔

۱۶۔ تسلیم ورضا

امامؑ اپنے تمام افعال میں تسلیم ورضا کا درس دیتے ہیں۔ آپؑ سے جب عبداللہ ابن مطیع نے کوفہ کے لوگوں کے بارے میں اپنا تجربہ بیان کیا تو امامؑ نے فرمایا: {یقضی اللہ ما احبّ } خدا جس چیز سے محبت کرتا ہے اسے مقدر کرتا ہے۔[54]
شہید مرتضی مطہری فرماتے ہیں کہ رضا وتسلیم میں سے ایک یہ ہے کہ کام کسی اور کے ہاتھ میں ہو یعنی خدا کے فرمان اور امر سے ہو۔ شخصی اور خواہش نفس کی پیروی میں نہ ہو۔[55] امامؑ کے اقوال سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ جو کچھ انجام دیتے ہیں وہ رضائے الٰہی میں انجام دیتے ہیں۔ امامؑ اپنی آخری دعا میں فرماتے ہیں {صبراً علی قضائک یا ربّ لا الہ سواک یا غیاث المستغیثین ، مالی رب سواک ولا معبود غیرک ، صبراً علی حکمک } پروردگا

ر! آپ کی قضا پر صبر کرتا ہوں۔ تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اے فریاد کرنے والوں کی فریاد سننے والا، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، تیرے حکم پر صبر کرتا ہوں۔[۵۶]

نتیجہ:

کربلاوہ عظیم درسگاہ ہے جہاں ہر انسان کے لئے جو جس مکتب فکر سے بھی تعلق رکھتا ہو اور جس نوعیت کی ہو درس ملتا ہے یہاں تک غیر مسلم ہندو، زرتشتی، مسیحی بھی کربلا ہی سے درس لے کر اپنے اہداف کو پہنچے ہیں۔ یہ سب اس لئے کہ حسین ابن علی علیہ السلام نے کربلا کے ریگستان میں حق اور حقانیت کو مقام محمود تک پہنچایا اور قیامت تک ظلم اور ظالم کو رسوا کر دیا اگرچہ مادی اور ظاہری آنکھوں کے سامنے حسین ابن علی علیہ السلام کو کربلا میں شکست ہوئی لیکن حقیقت میں اور آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ جانے والوں کی نظر میں حسین ابن علی علیہ السلام کامیاب و سرفراز رہے یہی وجہ تھی کہ حر نے اپنے آنکھوں سے فتح وشکست کو دیکھ لی تو فوج یزید سے نکل گئے۔ کربلا کے درسگاہ میں ہر انسان کے لئے مخصوص معلم دیکھنے کو ملتے ہیں اس عظیم درسگاہ میں چھے ماہ کے بچے سے لے کر نوے سال کے افراد بھی ملتے ہیں اس کے علاوہ خواتین اور عورتوں کے لئے ایسی مائیں دیکھنے کو ملتی ہیں کہ ان میں سے کسی کی گود اجڑ گئی تو کسی کا جوان بیٹا آنکھوں کے سامنے خون میں غلطاں ہوا اور ایسے خواتین بھی دیکھیں کہ اپنے بچوں کو قربان کرنے کے بعد حتی ان پر روئیں بھی نہیں، بچوں کے لئے علی اصغر علیہ السلام نوجوانوں کے لئے شہزادہ قاسم علیہ السلام اور جوانوں کے لئے علی اکبر علیہ السلام، بوڑھوں کے لئے حبیب ابن مظاہر اور دوسرے افراد، عورتوں کے لئے علی کی شیر دل شہزادیاں زینب کبری علیہاالسلام، ام کلثوم علیہاالسلام اور دوسری خواتین معلمان راہ سعادت ہیں۔ یہ وہ کردار کے نمونے ہیں جنھوں نے قیامت تک آنے والی نسلوں کو اس عظیم درسگاہ سے فیضیاب کرایا۔

حوالہ جات:

۱۔طلال بن علی متی احمد، مادۃاصول التربیۃالاسلامیہ،مکہ مکرمہ، جامعہ ام القری، الکلیۃالجامیہ، ۱۴۳۱ھ، ص۸۔

۲۔ معجم مقاییس اللغۃ، ص۳۷۸؛ لسان العرب، ج۲، ص۱۴۲۰؛ مجمع البحرین، ج۲، ص۶۳؛ محمد مرتضی حسینی زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۴ق، چ اول، ص۴۵۹ و۴۶۰.

۳۔حسن مصطفوی، التحقیق فی کلمات القرآن الکریم، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۳۰ق، چ سوم، ج۴، ص۲۰.

۴۔فلسفہ تعلیم وتربیت، ص۳۲.

۵۔ایضا، ص۴۲۔

۶۔محمد بہشتی، مبانی تربیت از دیدگاہ قرآن، ص۳۵.

۷مرتضیٰ مطہری، تعلیم وتربیت در اسلام، تہران: صدرا، ۱۳۷۳ش۔، ص۴۳۔ ۔مرتضیٰ

۸۔اعرافی علی رضا، سید نقی موسوی، فقہ تربیتی، ص۱۴۱، موسسہ اشراق قم۔

۹۔مفاتیح الجنان دعاعرفہ۔

۱۰۔العوالم،الامام الحسین ص۲۳۳۔

۱۱۔الارشادج۲ص۹۴۔

۱۲۔کلمات امام حسین علیہ السلامؑ ص۳۰۶۔

۱۳۔لھوف ص۱۲۰۔

۱۴۔الارشادج۲ص۱۱۵۔

۱۵۔بحارالانوارج۴۴ص۳۶۷،حماسہ حسینی ج۱ص۲۵۶۔

۱۶۔الارشادج۲ص۷۵۔

۱۷۔بحارالانوارج۴۴ص۳۲۹۔

۱۸۔کلمات الامام الحسین ص۴۰۰۔

۱۹۔بحارالانوارج۴۴ص۳۲۹،حماسہ حسینی ج۱ص۲۰۷۔

۲۰۔العوالم ۲۷۲۔

۲۱۔الارشادج۲ص۹۱۔

۲۲۔الارشادج۲ص۸۹۔

۲۳۔اعیان الشیعہ ج۱۱ص۷۷۴۔

۲۴۔سوگنامہ آل محمد ص۳۰۴۔

۲۵۔بحارالانوارج۴۵ص۲۲۔

۲۶۔الارشادج۲ص۹۲ ۔

۲۷۔بحارالانوارج۴۴ص۳۶۷،حماسہ حسینی ج۱ص۲۵۶۔

۲۸۔لہوف ص۹۰،حماسہ حسینی ج۱ص۱۵۲۔

۲۹۔کلمات امام حسین علیہ السلامؑ ص۴۰۲۔

۳۰۔حماسہ حسینی ج۱ص۲۷۰۔

۳۱۔مقتل الحسینؑ ص۴۰۰۔

۳۲۔احتجاج طبرسی ج۲ص۳۵۔

۳۳۔حیاۃامام حسین علیہ السلام بن علیؑ ج۳ص۳۷۰۔

۳۴۔اخلاق فلسفی، ص۱۹۶

۳۵۔ فی رحاب ائمہ اھل البیت، ج۲، ص ٦٦
۳٦۔ سید حیدر، مع الحسین فی نھضتہ، ص ۲۵
۳۷۔ مجلسی، بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۱۹۲
۳۸۔ سید بن طاووس، لھوف، ص ۱۳۸
۳۹۔ مجلسی، بحار، ج ۴۵، ص ۷
۴۰۔ موسوعۃ طبقات الفقہاء، ج۱ص ۳۲۔
۴۱۔ سید محمد ہادی، فاد تنا کیف نعرفھم، ج٦ص ۵۹
۴۲۔ ارشاد مفید، ص ۲٦۳
۴۳۔ اربلی، کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ، ج۲ص ۲۲۹۔
۴۴۔ فرہنگ عاشورا در کلام امام خمینی، ص۱۵۔
۴۵۔ صحیفہ نور، ج۱۲ص ۱۵
۴٦۔ ہمان ج۱۷ص ۵۸
۴۷۔ محمد بن احمد مستوفی، بر گزدہ از الفتوح ابن اعثم کوفی، ص۱۷۔
۴۸۔ مقتل خوارزمی، ج۱ص۱۸۸۔
۴۹۔ تاریخ طبری، ج۷ص۲۳۱۔
۵۰۔ لہوف ص ۱٦۲،
۵۱۔ حماسہ حسینی ج۱ص ۲۰۸۔
۵۲۔ کلمات امام حسین علیہ السلام ص۴۰۹۔
۵۳۔ الارشاد ج۲ص۹۰۔
۵۴۔ الاخبار الطوال ص۲۲۹۔
۵۵۔ حماسہ حسینی ج۲ص۵۱۔
۵٦۔ کلمات امام حسین علیہ السلامؑ ص۵۱۰۔